حضرت مولانا عبدالرحمٰن کیلانی

(قسط اوّل)

احکامِ وراثت

علمِ وراثت کو شرعی اصطلاح میں علم الفرائض کہا جاتا ہے۔ یہ علم کچھ مشکل بھی ہے، اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ بعض دفعہ اس میں دقیق قسم کی شکلیں اور ان کا حساب سامنے آجاتا ہے، جو ہر کسی کے بس کا روگ نہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ روزمرہ کے معمولات میں سے نہیں، لہٰذا کم ہی یاد رہتا ہے ۔۔۔ میں کوشش کروں گا کہ اسے آسان الفاظ اور آسان انداز میں پیش کروں۔ وما توفیقی الاّ باللہ!

موضوع کی اہمیت اور فضیلت:

یہ علم جس قدر مشکل ہے، اسی قدر اسے سیکھنے اور یاد رکھنے کی ترغیب احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مذکور ہے۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا:

"تعلّموا الفرائض والقراٰن وعلّموا النّاس فانّی مقبوض"

(ترمذی، ابواب الفرائض، باب فی تعلیم الفرائض)

"(علم) فرائض اور قرآن خود سیکھو اور دوسروں کو سکھلاؤ، اس لیے کہ میں وفات پا جانے والا ہوں"

نیز فرمایا:

"العلم ثلثة وما سوی ذٰلك فهو فضل اٰية محكمة او سنّة قائمة او فريضة عادلة" (ابوداؤد، کتاب الفرائض، باب فی تعلیم الفرائض)

"علم تین ہیں، اور ان کے سوا جو کچھ ہے، وہ زائد ہے۔ اول، آیاتِ محکمات کا علم، دوسرے سنّتِ قائمہ اور تیسرے انصاف کے ساتھ وراثت کی تقسیم"

دارقطنی اور ابنِ ماجہ میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا، "علمِ فرائض سیکھو، وہ نصف علم ہے۔ مگر بھلایا جاتا ہے، اور میری امت سے پہلے وہی چھینا جائے گا۔"

حضرت عمر فاروقؓ لوگوں کو علمِ فرائض سیکھنے کی بڑی تاکید کرتے اور فرماتے:
"علمِ دین سیکھو، یہ تمہارے دین کا حصّہ ہے۔"

آپؓ نے ۱۸ھ میں شام کا جو سفر کیا تھا، اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ طاعون عمواس میں جو لوگ وفات پا گئے تھے، ان کے ترکہ کو حسبِ قواعدِ شرعی تقسیم کیا جا سکے۔
(دائرۃ المعارف الاسلامیہ اردو، ج ۴ ص ۲۲، بحوالہ الکامل ج ۲ ص ۵۶۱)

تقسیمِ وراثت کی ابتدائی ہدایات

۱۔ تجہیز و تکفین:

تجہیز و تکفین کے اخراجات کا بندوبست میت کے متروکہ سے کیا جائے گا۔
(ابوداؤد، کتاب الوصایا)

۲۔ میت کے ذمہ قرض کی ادائیگی:

اس کے بعد میّت کے ذمہ اگر کچھ قرض ہے، تو وہ ادا کیا جائے گا۔ کیوں کہ جب تک میّت کے سر پر قرضہ ہو، اس کی بخشش نہیں ہوتی۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے میّت کا جنازہ بھی نہ پڑھاتے تھے، جب تک کہ حاضرین میں سے کوئی اس کی ادائیگی کی ذمہ داری نہ لے لیتا۔ (بخاری، کتاب النفقات)

۳۔ وصیّت:

قرضہ کی ادائیگی کے بعد اگر میت کوئی وصیت کر گیا ہو تو اسے پورا کیا جائے گا —
وصیت سے متعلقہ احکام درج ذیل ہیں:

(ل) اگر کوئی شخص وصیت کرنا چاہتا ہو تو اسے دو راتیں بھی اس حال میں نہ گزارنا چاہئیں کہ اس کے پاس وصیت لکھی ہوئی موجود نہ ہو (مسلم کتاب الوصیۃ)

(ب) وصیت کی حد یہ ہے کہ یہ زیادہ سے زیادہ تہائی مال میں ہو سکتی ہے اور یہ بھی بہت ہے۔
وصیت کی حد سے متعلق دو طرح کی روایات آتی ہیں، اور یہ دونوں حضرت سعد بن وقاصؓ سے متعلق ہیں۔ آپؓ مکہ میں آکر بیمار ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپؓ کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ حضرت سعدؓ نے کہا: "اللہ کے رسولؐ میں چاہتا ہوں کہ اپنے سارے مال کی وصیت کر جاؤں۔" آپؐ نے فرمایا، "نہیں!" پھر حضرت سعدؓ کہنے لگے، "آدھے مال کی؟" آپؐ نے فرمایا، "نہیں!" پھر وہ کہنے لگے، "دو تہائی مال کی؟" آپؐ نے فرمایا "نہیں!" کہا۔ "ایک تہائی مال کی؟" آپؐ نے فرمایا، "ہاں تہائی، اور تہائی بھی بہت ہے!" (مسلم، کتاب الوصیۃ — بخاری، کتاب الوصایا، باب الوصیت بالثلث)

اور دوسری روایت یوں ہے کہ حضرت سعدؓ نے پوچھا تو خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دسواں حصہ وصیت کرو۔ حضرت سعدؓ زیادہ کی وصیت کی بات کرتے رہے، بالآخر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک تہائی کی وصیت کرو، اور یہ بھی بہت ہے۔" (ترمذی، بحوالہ مشکوٰۃ، کتاب الوصایا، فصل ثانی)

اسی لیے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے: "کاش لوگ ثلث سے کم کر کے چوتھائی کی وصیت کریں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "تہائی بہت ہے!" — اور وکیع کی حدیث میں "کَثِیْرٌ اَوْ کَبِیْرٌ" کے الفاظ ہیں۔ (مسلم، کتاب الوصیۃ)

وصیت مال کے علاوہ دوسری باتوں میں بھی ہو سکتی ہے۔ مثلاً کوئی شخص اپنے لین دین کا حساب لکھ کر اپنے پاس رکھ لے، تاکہ بعد میں کسی قسم کا جھگڑا نہ پیدا ہو۔

اور آپؐ نے جو وصیت فرمائی تھی، وہ یہ تھی:

"الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم!"

"نماز کا خیال رکھنا، اور ان کا جو تمہارے زیرِ دست ہیں!"

یاد رہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتاب و سنت پر جمے رہنے کی بھی وصیت فرمائی!

(ج) میّت کے ذمہ اگر کوئی اللہ کا حق رہ گیا ہو۔ مثلاً حج، کفارہ، منت اور نذر وغیرہ۔

اور وہ اپنی بیماری یا کسی دوسری وجہ سے وہ کام نہ کر سکا یا وصیت نہ کر سکا ہو، تو اسے بھی پورا کرنا ضروری ہے، کیوں کہ یہ بھی بندے پر اللہ کا قرض ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی "میری ماں نے حج کی منت مانی تھی، لیکن وہ حج کرنے سے پہلے فوت ہوگئی، کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟" آپؐ نے فرمایا: "ہاں، اس کی طرف سے حج کر ـــــ بھلا بتلا، اگر تیری ماں پر کسی کا قرض ہوتا تو تو اسے ادا کرتی یا نہیں؟" اس نے کہا: ضرور۔ آپؐ نے فرمایا: "تو پھر اللہ تعالیٰ اس کا بہت زیادہ حق دار ہے کہ اس کا قرض ادا کیا جائے۔"

(بخاری، باب الحج والنذور عن المیّت)

ایک دفعہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: "اللہ کے رسولؐ، میری ماں اچانک فوت ہوگئی اور وصیت نہ کر سکی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ بات کرتی تو ضرور صدقہ کرتی ـــ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو اسے ثواب ملے گا؟" آپؐ نے فرمایا: "ہاں!" (مسلم، کتاب الوصیۃ)

وصیت شرعی وارث کے حق میں نہیں کی جا سکتی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے خطبۂ حجۃ الوداع میں فرمایا:

"اللہ بزرگ و برتر نے ہر صاحبِ حق کا حق مقرر کر دیا ہے، لہٰذا اب وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں۔"

(ترمذی، ابواب الوصایا، باب لا وصیۃ لوارث)

کیوں کہ اس طرح باقی سب وارثوں کے حصّے متاثر ہوتے ہیں اور ان میں گڑبڑ ہو جاتی ہے، جو تنازعہ کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ ہاں اگر حالات کا تقاضا ایسا ہی ہو، تو دوسرے وارثوں کی رضامندی سے متوفیٰ ایسا کر سکتا ہے۔ بلکہ اس کی وفات کے بعد وارث خود بھی باہمی رضامندی سے ایسا کر سکتے ہیں، کیونکہ ہر شخص اپنا حق چھوڑنے یا کم کرنے کا حق رکھتا ہے۔

وصیت کسی بھی غیر وارث رشتہ دار، دوست، یتیم پوتے، یا کسی بھی یتیم، مسکین، دینی ادارے وغیرہ سب کے حق میں کی جا سکتی ہے۔

اگر مال تھوڑا ہو تو وصیت نہ کرنا زیادہ بہتر ہے۔

(ز) ایسی وصیت کرنا جس سے کسی دوسرے کو تکلیف یا نقصان پہنچتا ہو حرام ہے۔
(ح) اگر ترکہ سے قرضے بھی پورے نہ ہوں، یا بمشکل پورے ہو سکیں تو پھر نہ وارثوں کو کچھ ملے گا اور نہ اسے، جس کے حق میں وصیت کی گئی ہو۔
(ط) اگر میت جنون یا بے ہوشی میں وصیت کرے، اور اسی حالت میں وہ مرجائے تو ایسی وصیت معتبر نہ ہوگی۔

صدقہ :

ان باتوں کو پورا کرنے کے بعد تقسیمِ ترکہ کے وقت اگر کوئی غیر وارث رشتہ دار یا یتیم یا نادر و محتاج آجائے تو اسے کچھ نہ کچھ دے دینا چاہیے۔ (سورۃ النسآء: ۸)

موانع میراث :

موانع میراث، یعنی ایسے اسباب، جن کی بناء پہ کوئی حق دار وارث غیر مستحق ہو جاتا ہے:
۱۔ قاتل مقتول کا وارث نہیں بن سکتا (ترمذی، ابواب الفرائض، باب فی ابطال میراث القاتل)۔ اس حکم میں غالباً حکمت یہ ہے کہ کوئی وارث ورثہ کے لالچ میں آ کر مورث کو قتل نہ کر ڈالے، تاکہ جلد از جلد وہ اس کا وارث بن سکے۔
۲۔ کافر یا مرتد کسی مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح کوئی مسلمان کسی کافر کا وارث نہیں بن سکتا — گویا دین کا اختلاف بذاتِ خود مانع میراث ہے!
(بخاری، کتاب الفرائض، باب لایرث المسلم الکافر)

تقسیمِ وراثت کے اصول :

۱۔ صرف وہ وارث ترکہ کے حقدار ہوں گے جو میت کی وفات کے وقت زندہ ہوں، فوت شدہ وارث ترکہ سے محروم ہوتے ہیں۔
۲۔ تقسیمِ وراثت کا سب سے اہم اصول "الاقرب فالاقرب" ہے۔ اور یہ اصول قرآنِ مجید ہی سے ماخوذ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ قریبی رشتہ داروں کی موجودگی میں دُور کا رشتہ دار محروم ہوتا ہے — مثلاً بیٹا موجود ہو تو پوتا محروم ہے، باپ موجود ہو تو دادا محروم

ہوتا ہے۔

۳۔ میّت کی بیویاں اگر ایک سے زیادہ ہوں تو وہ اپنے مقررہ حصّے (بصورتِ اولاد $\frac{1}{8}$ اور بغیر اولاد $\frac{1}{4}$) میں برابر کی شریک ہوں گی۔

۴۔ اگر متوفیٰ کی بیوی حاملہ ہو تو پیدا ہونے والا بچہ وراثت کا حقدار ہوتا ہے، ایسی صورت میں یا تو تقسیم کو وضع حمل تک روک دیا جائے، یا کوئی ایسی صورت پیدا کرلی جائے کہ نومولود (خواہ بیٹا ہو یا بیٹی) کو اس کا حق پورا پورا مل سکے۔ یا جو بھی صورت ہو۔ (فقہ السنّۃ ج ۳ ص ۴۵۰)

۵۔ اسی طرح اگر کوئی وارث مفقود الخبر ہو تو اس کا بھی انتظار کیا جائے گا۔ بصورتِ دیگر ایسا بندوبست کرلیا جائے کہ جب وہ آئے تو اسے اس کا حق مل سکے۔ (ایضاً)

وارثوں کی اقسام

۱۔ ذوالفروض:

یہ وہ رشتہ دار ہیں جن کا حصّۂ وراثت کتاب و سنّت اور اجماعِ صحابہؓ سے طے شدہ ہے۔ ان کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ ایسے رشتہ دار جن کا تعلق نکاح کے سبب ہو ــــــ اور یہ دو ۲ ہیں: خاوند اور بیوی۔

۲۔ ایسے رشتہ دار جن کا تعلق نسب کے سبب ہو، اور یہ دس ۱۰ ہیں۔

ان میں سے تین مرد ہیں: باپ ۱، دادا ۲، اور ماں جائے ۳ (مادری یا اخیافی) بھائی۔ باقی سات عورتیں ہیں:

(۱) ماں (۲) دادی (۳) بیٹی (۴) پوتی (۵) حقیقی (عینی یا سگی) بہن (۶) پدری (علاتی یا سوتیلی) بہن (۷) مادری (اخیافی یا ماں جائی) بہن۔

عصبات:

عصبہ کی جمع ہے، یعنی میت کے باپ کی جانب سے رشتہ دار۔ عصبہ دراصل میت کا سب سے قریبی رشتہ دار ہوتا ہے (بخاری، کتاب الفرائض، باب میراث الولد......)

ذوالفروض کو ان کے مقررہ حصے ملنے کے بعد جو کچھ بچے، وہ عصبہ کا ہوتا ہے۔ اور عام طور پہ یہ میت کا بیٹا ہی ہوتا ہے، جو اپنی بہنوں کو بھی (جو اس کی عدم موجودگی میں ذوی الفروض ہوتی ہیں) عصبہ بنا دیتا ہے۔ پھر انہیں (یعنی میت کی بیٹیوں کو) مقررہ حصہ نہیں ملتا، بلکہ بقایا ترکہ بیٹے بیٹیوں میں "لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ" کے اصول کے مطابق (۱---۲) کی نسبت سے ان میں تقسیم ہوتا ہے۔

میراث کی کوئی شکل ایسی نہیں، جس میں ذوی الفروض کو ادائیگی کے بعد بیٹے کو کچھ نہ ملتا ہو۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ سارا ترکہ ہی اسے مل جائے۔ مثلاً میت کے والدین اور بیوی پہلے ہی فوت ہو چکے ہوں، اور اولاد صرف ایک بیٹا ہو، تو یہ پورے ترکہ کا وارث ہوگا۔

۳۔ ذوی الارحام :

"ذوی الارحام" کا لغوی معنیٰ تو رحم سے تعلق رکھنے والے رشتہ دار ہیں (یعنی قریبی رشتہ دار --- مگر علم الفرائض کی اصطلاح میں صرف ان رشتہ داروں کو کہا جاتا ہے، جن سے رشتہ بذریعہ رحم تو ہو، مگر ان کا شمار ذوی الفروض اور عصبات میں نہ ہو --- مثلاً ماموں، خالہ، نانا، بھانجا، بھانجی، نواسہ، نواسی، پھوپھی اور پھر ان کی اولادیں وغیرہ۔

ذوی الفروض اور عصبہ کے بعد تیسرے نمبر پہ ان میں تقسیم ترکہ کی باری آتی ہے، لیکن عملاً شاذونادر ہی ان کے حصہ میں کچھ آتا ہے۔ تاہم یہ ناممکن بھی نہیں!

اس اجمالی تعارف کے بعد اب ہم ان وارثوں کا تفصیلی ذکر کریں گے۔

ذوی الفروض اور ان کے حصے

ذوی الفروض کے حصے چونکہ سب سے زیادہ قرآن مجید میں ہی سورۂ نساء کی آیت ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۷۶ میں ہیں، لہٰذا پہلے ہم انہی آیات کو بنیاد بنا کر ان کے حصوں کا ذکر کریں گے :

آیت ۱۱ :

(ابنائی جانب) ۱۔ اگر اولاد میں بیٹے اور بیٹیاں ملے جلے ہوں، تو مرد کو دوگنا اور عورت کو ایک حصہ ملے گا (یہ عصبات کی صورت بن جائے گی، ذوی الفروض کی نہ رہے گی)۔

۲ - اگر صرف ایک بیٹی ہی ہو تو اس کا حصّہ $\frac{1}{2}$ ہے۔

۳ - اگر صرف دو سے زیادہ بیٹیاں ہی ہوں تو ان کا حصّہ $\frac{2}{3}$ ہے۔ اور سنّت سے یہ ثابت ہے کہ اگر دو ہی بیٹیاں ہوں تو بھی حصّہ $\frac{2}{3}$ ہی ہے (بخاری، کتاب الفرائض، باب میراث الولد من ابیہ وامّہ)

(آبائی جانب) ۴ - اگر میت کے والدین زندہ ہوں، تو ان میں سے ہر ایک کو $\frac{1}{6}$ حصّہ ملے گا (اس صورت میں مرد اور عورت کا حصّہ برابر ہے)

۵ - اور اگر میت کی اولاد نہ ہو تو ماں کو $\frac{1}{3}$ حصہ ملے گا۔

۶ - اور اگر میت کے بہن بھائی بھی ہوں تو پھر ماں کو $\frac{1}{6}$ ہی ملے گا۔

اور سنت سے یہ ثابت ہے کہ :

۷ - اگر ایک بیٹی ہو تو اسے $\frac{1}{2}$، اور ایک پوتی ہو تو اسے $\frac{1}{6}$ حصّہ ملے گا۔
(مؤطا، کتاب الفرائض، باب میراث الصّلب)

۸ - ماں فوت ہو چکی ہو تو اس کا حصّہ ($\frac{1}{6}$) نانی کو ملے گا۔
(مؤطا، کتاب الفرائض، باب میراث الجدّۃ)

۹ - اگر باپ فوت ہو چکا ہو تو اس کا حصّہ ($\frac{1}{6}$) دادا کو ملے گا۔
(ترمذی، ابواب الفرائض، باب فی میراث الجدّ)

۱۰ - دادی کا $\frac{1}{6}$ حصّہ بھی اجماع سے ثابت ہے (مؤطا، کتاب الفرائض، باب میراث الجدّۃ)
تفصیل "دادی کا حصّہ" میں دیکھیے۔

۱۱ - اگر نانی اور دادی دونوں موجود ہوں تو $\frac{1}{6}$ ان میں برابر تقسیم ہوگا (ایضاً)۔

آیت ۱۲ :

(صلبی جانب) ۱۲ - میت اگر عورت بے اولاد ہو تو اس کے شوہر کو اس کے ترکہ کا $\frac{1}{2}$ حصّہ ملے گا۔

۱۳ - اور اگر میت اولاد والی تھی، تو شوہر کو $\frac{1}{4}$ حصّہ ملے گا۔

۱۴ - میت اگر بے اولاد ہے تو اس کی بیوی کو $\frac{1}{4}$ حصہ ملے گا۔

۱۵ - اور اگر صاحبِ اولاد ہے تو بیوی کا حصّہ $\frac{1}{8}$ ہے۔

(اخوی جانب) ۱۶ - اگر میت (عورت یا مرد) "کلالہ" ہے، یعنی نہ اس کی اولاد ہے، نہ والد — اور اس کے صرف (اخیافی : ماں جائے یا مادری) بھائی بہن ہوں، تو اگر ایک بہن ہے تو اسے $\frac{1}{6}$، اور ایک بھائی بھی ہے تو اسے بھی $\frac{1}{6}$ — اور دو سے زیادہ بھائی بہنیں ہوں تو ان کو کل $\frac{1}{3}$ ہی ملے گا۔ اور یہ ان میں ۱-۲ کی نسبت سے نہیں، بلکہ برابر برابر تقسیم ہوگا۔

آیت ع ۱۷۶ :

(اخوی جانب) میت اگر کلالہ ہے اور اس کے (حقیقی : عینی یا سگے) بہن بھائی موجود ہوں، تو کلالہ کی میراث ان میں ایسے ہی تقسیم ہوگی جیسے اولاد میں ہوتی ہے —

یعنی :

۱۷ - اگر صرف ایک بہن ہے تو $\frac{1}{2}$ حصہ، دو یا دو سے زیادہ بہنیں ہوں تو $\frac{2}{3}$، اور اگر بہن بھائی ملے جُلے ہوں تو ترکہ ۱-۲ کی نسبت سے تقسیم ہوگا۔

۱۸ - کلالہ اگر عورت ہے، تو اس کا بھائی (بشرطیکہ اکیلا ہو) اس کے پورے ترکہ کا وارث ہے۔

۱۹ - اور اگر بہن بھائی ملے جُلے ہوں تو پھر ۱-۲ کی نسبت سے ترکہ تقسیم ہو جائے گا۔

نتائج :

مندرجہ بالا احکام سے درج ذیل امور سامنے آتے ہیں :

۱ - کتاب و سنت میں مذکور وارثوں (ذوی الفروض) کا دائرہ پانچ پشتوں کو محیط ہے، جیساکہ ذیل کے نقشہ سے ظاہر ہے :

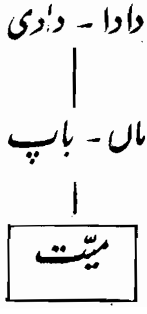

|

بیٹے ۔ بیٹیاں

|

پوتے ۔ پوتیاں

اب ابنائی جانب کو مزید کئی پشتوں تک نیچے لے جانا، یا آبائی جانب کو مزید کئی پشتوں تک اوپر لے جانا، یا اخوی اور عمومی جانب کی انتہاؤں سے عصبہ اور دوسرے ورثا، کو تلاش کرنا فقہاء کا اپنا استنباط ہے، تاہم اس کے اصول موجود ہیں۔

۲۔ ذوی الفروض میں پانچ وارث ایسے ہیں، جن کا حصہ بہرحال قائم رہتا ہے، اور کسی بھی رشتہ دار کی موجودگی انھیں ان کے مقررہ حصہ سے محروم نہیں کرتی :

(ا) شوہر یا بیوی (ii) باپ (iii) ماں (iv) بیٹے (v) بیٹیاں۔

باقی ذوالفروض کے حصے مشروط ہیں ـــــ مثلاً :

(ا) بیٹے بیٹیوں کی موجودگی میں پوتے پوتیوں کا کوئی حصہ نہیں۔

(ب) اولاد کی موجودگی میں، بہن بھائی محروم ہوتے ہیں۔

(ج) ماں باپ کی موجودگی میں دادا، دادی، نانی سب محروم ہوتے ہیں۔

۳۔ بہن بھائی تین قسم کے ہوتے ہیں ـــــ ترکہ کی تقسیم کے وقت ان کی ترتیب یہ ہے :

(i) حقیقی (عینی یا سگے بہن بھائی) (ii) علاتی (پدری یا سوتیلے بہن بھائی) اور (iii) اخیافی (مادری یا ماں جائے) بہن بھائی۔

اخیافی بہن بھائی صرف کلالہ کے ترکہ $\frac{1}{3}$ کے وارث ہوتے ہیں (بلکہ اگر عینی بھائی موجود ہوں تو وہ بھی اسی $\frac{1}{3}$ میں برابر کے شریک ہو جاتے ہیں)

نوٹ :

جدّ دو قسم کا ہے : جدِّ صحیح، جدِّ فاسد۔ جدِّ صحیح وہ ہے جس میں عورت کا واسطہ نہ ہو، جیسے دادا، پردادا وغیرہ۔ اور جدِّ فاسد وہ ہے جس میں عورت کا واسطہ ہو، مثلاً نانا، پرنانا وغیرہ۔

جدِّ صحیح ذوی الفروض سے ہے، اور جدِّ فاسد ذوی الارحام سے !

اور جدّہ صحیحہ وہ ہے جس میں جدِّ فاسد کا واسطہ نہ ہو، جیسے دادی، پردادی اور نانی،

پرنانی وغیرہ۔

اور جدّہ فاسدہ کی مثال، جیسے نانا کی ماں یا نانا کے باپ کی ماں۔

جدِّ صحیح کی طرح جدّہ صحیحہ بھی ذوالفروض سے ہے، اور جدّہ فاسدہ ذوی الارحام سے!

مقرّرہ حصّوں کی وراثت

اب ہم ذوی الفروض کے حصوں کی ایک اور طریق سے وضاحت کرتے ہیں، تاکہ انھیں ذھن نشین کرنے میں آسانی ہو جائے ـــــ کتاب وسنت میں سات قسم کے حصوں کا ذکر آیا ہے، جو درج ذیل ہیں:

$\frac{1}{8}$ - $\frac{1}{6}$ - $\frac{1}{4}$ - $\frac{1}{3}$ - $\frac{1}{2}$ - $\frac{2}{3}$ اور پورا ترکہ

اب ہم دیکھیں گے کہ کس حصّہ کا کون کون رشتہ دار وارث ہو جاتا ہے:

حصّہ	وارث کون کون؟
$\frac{1}{8}$	(۱) بیوی، جب کہ میت صاحبِ اولاد ہو (۲) ایک سے زیادہ بیویاں ہونے کی صورت میں یہ $\frac{1}{8}$ ان پر برابر تقسیم ہوگا۔ اور اس میں یہ تخصیص نہ ہوگی کہ فلاں بیوی کی اولاد نہیں۔ (اولاد میں بیٹے بیٹیوں کے علاوہ پوتے پوتیاں وغیرہ بھی شامل ہیں)
$\frac{1}{6}$	(۳) میت صاحبِ اولاد ہے تو ماں، باپ میں سے ہر ایک کو $\frac{1}{6}$ حصّہ ملے گا۔ (مرد اور عورت کا حصّہ برابر برابر!) (۴) میت بے اولاد ہو مگر بہن بھائی موجود ہوں تو بھی ماں کو $\frac{1}{6}$ ملے گا۔ (۵) کلالہ کے اخیافی (مادری، ماں جائے) بہن یا بھائی میں سے ہر ایک کو $\frac{1}{6}$ ملے گا۔ (اور اگر بہن بھائی زیادہ ہوں، تو $\frac{1}{3}$ ان میں برابر برابر تقسیم ہوگا) (۶) میت کی صرف ایک بیٹی اور ایک پوتی ہو تو پوتی کو $\frac{1}{6}$ ملے گا (اور بیٹی کو $\frac{1}{2}$)
$\frac{1}{4}$	(۷) خاوند کو، جب کہ مرنے والی بیوی سے اولاد ہو (اولاد میں بیٹے بیٹیوں کے علاوہ پوتے پوتیاں وغیرہ بھی شامل ہیں) (۸) بیوی کو جب کہ مرنے والے خاوند کی اولاد نہ ہو۔
$\frac{1}{3}$	(۹) میت بے اولاد ہو اور بہن بھائی بھی نہ ہوں تو ماں کو $\frac{1}{3}$ ملے گا۔

حصہ	وارث کون کون ؟
$\frac{1}{3}$	(۱۰) کلالہ کے ماں جائے بہن بھائیوں کو $\frac{1}{3}$ ملے گا اور یہ ان میں برابر برابر تقسیم ہوگا، ۱-۲ کی نسبت سے نہیں، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔
$\frac{1}{2}$	(۱۱) میت عورت بے اولاد ہو تو خاوند کو $\frac{1}{2}$ ملے گا۔
	(۱۲) کلالہ کی حقیقی بہن کو $\frac{1}{2}$ ملے گا۔
	(۱۳) میت کی ایک ہی بیٹی ہو تو اسے $\frac{1}{2}$ ملے گا۔ (اور اگر میت کی صرف پوتی ہی ہو تو $\frac{1}{2}$ اُسے مل جائے گا)
	(۱۴) میت کی ایک بیٹی اور ایک بہن ہو تو ہر ایک کو آدھا آدھا ملے گا۔ (بخاری - کتاب الفرائض - باب میراث البنات)
$\frac{2}{3}$	(۱۵) میت کی دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو ان کو $\frac{2}{3}$ ملے گا (اگر بیٹیوں کے بجائے صرف پوتیاں ہوں تو یہ حصہ انھیں مل جائے گا)
	(۱۶) کلالہ کی حقیقی بہنیں دو یا دو سے زیادہ ہوں تو $\frac{2}{3}$ ملے گا۔
پورا ترکہ	(۱۷) اگر میت کا صرف ایک ہی بیٹا ہو —— بیوی اور ماں باپ کوئی نہ ہو تو بیٹے کو پورا ترکہ ملے گا۔
	(۱۸) کلالہ میت اگر عورت ہو اور اس کا ایک ہی بھائی ہو تو وہ پورے ترکہ کا وارث ہے۔
	(۱۹) میت کا اگر صرف والد ہو، نہ بیوی بچے ہوں اور نہ ماں ہو تو والد کو پورا ترکہ ملے گا۔

(جاری ہے)

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں ورنہ تعمیل ممکن نہ ہوگی —— شکریہ !

(مینجر)